

- (۲۶) بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الكبرى، كتاب الجنایات، باب ضعف الحبر الذي في قتل المؤمن بالكافر وما جاء عن الصحابة في ذلك، مكتبة دار الباز، مکه مکرمہ، ۱۴۱۴ھ، ۳۰/۸
- (۲۷) ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، الکوفی، المصنف، كتاب القصاص، مكتبة الرشيد، الرياض، ۱۴۰۹ھ، ۴۰۷/۵
- (۲۸) ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ، المغنی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۱۸۱/۹
- (۲۹) سنن أبی داؤد، كتاب الحراج والنفی والامارة، باب في تعشير اهل الذمة اذا اختلفوا بالتجارات، ۱۷۰/۳
- (۳۰) سورة الممتحنة، ۸:۶۰
- (۳۱) الصابوني، محمد علی، صفوة التفاسیر، ۳۶۴/۳-۳۶۳، قطر: الشؤون الدينية، ۱۴۰۱ھ
- (۳۲) سورة البقرة، ۲:۱۹۰
- (۳۳) سورة القصص، ۲۸:۷۷
- (۳۴) سورة الاعراف، ۷:۵۶
- (۳۵) سورة البقرة، ۲:۲۰۵
- (۳۶) ايضاً، ۲:۲۱۷
- (۳۷) الدهلوی، شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، ۵۶/۲، القاہرہ: دار الكتب الحديثية -
- (۳۸) ايضاً، ۲/۲۲۷
- (۳۹) سورة النساء، ۴:۱۳۵
- (۴۰) سورة المائدة، ۵:۸
- (۴۱) وهبة الزحيلي، الدكتور، التفسير المنير، ۱۱۸/۶، دمشق، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ

(42) See more detail in: National Assembly Diary. Twenty-first Amendment Act, 2015.

(۴۳) روزنامہ نوائے وقت، ۷ جنوری، ۲۰۱۵ء، ص: ۸، ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی



شبلی شناسی کے سو سال [ایک طائرانہ نظر]

سفیر اختر*

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی (مصنف)، ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء، صفحات ۲۶۰،
قیمت: ۳۵۰ روپے۔

علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) کے فکر و دانش سے اعتناء کے حوالے سے جہاں ان کی تالیفات و تصنیفات کو درسی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا، ان کی تشریحات اور تلخیصات تیار کی گئیں، ان کی تعریف و تحسین کے ساتھ انہیں نقد و نظر کے ترازو میں تولایا گیا اور مستقل بالذات کتابیں تصنیف کی گئیں، وہیں ان کے افکار کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ کرتے ہوئے بڑی تعداد میں معمولی نوعیت کی تحریروں سے لے کر اعلیٰ درجے کے تنقیدی مقالات تک لکھے گئے۔ یہ مقالات رسائل و جرائد میں شائع ہوئے اور بالخصوص علامہ شبلی نعمانی کی یاد میں مرتبہ رسائل کی خصوصی اشاعتوں میں پیش کیے گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ مختلف علمی و ادبی اداروں اور تنظیموں کی جانب سے علامہ کی یاد میں سیمیناروں کا اہتمام کیا گیا جن میں مقالات پیش کیے گئے، اور یہی مقالات (یا ان کی تعداد میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ) رسائل کی خصوصی اشاعتوں اور مجموعہ ہائے مضامین کی شکل میں منصفہ شہود پر آئے۔

رسائل و جرائد کی خصوصی اشاعتوں کی حد تک شبلی شناسی کو جناب محمد الیاس الاعظمی نے زیر نظر کتاب ”شبلی شناسی کے سو سال“ میں موضوع تحقیق و تنقید بنایا ہے، تاہم انہوں نے اصل موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے ”شبلی شناسی“ کے زیر عنوان ایک طویل مضمون شامل کیا ہے جس میں شبلی شناسی کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آغاز مضمون میں جامعات میں علامہ شبلی کے فکر و دانش پر، اعلیٰ تعلیمی سطح پر لکھے گئے مقالات کا مجملاً بہ لحاظ تعداد ذکر کیا ہے۔ ان جامعات میں ملائیشیا کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کوالالمپور، مصر کی قاہرہ یونیورسٹی اور کینیڈا کی میک گل یونیورسٹی مانٹریال بھی شامل ہیں، جن میں اطلاع کے مطابق ایک ایک مقالہ لکھا گیا ہے۔ (بر عظیم سے باہر علامہ شبلی نعمانی کے فکر و دانش کو انہی اہل تحقیق نے موضوع بحث بنایا ہے، جن کا پس منظر بر عظیم کا تھا اور اردو زبان سے

* مدیر شش ماہی ”نقطہ نظر“، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، پاکستان۔

- ۷- مجلہ ”کریسنٹ“ (اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ لاہور)، جنوری ۱۹۷۱ء، مرتبہ خالد بزمی (م: ۱۹۹۹ء)
- ۸- ہفت روزہ ”ہماری زبان“ (انجمن ترقی اردو ہند-دہلی)، ۱۵-۲۲ اپریل ۱۹۹۵ء، مرتبہ خلیق انجم
- ۹- سہ ماہی ”اردو ادب“ (انجمن ترقی اردو، ہند، دہلی)، ۱۹۹۶ء، مرتبہ خلیق انجم
- ۱۰- سہ ماہی ”فکر و نظر“ (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی-علی گڑھ)، جون ۱۹۹۶ء، مرتبہ شہریار
- ۱۱- مجلہ ”شبلی کالج میگزین“ (شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج، اعظم گڑھ)، ۰۸-۲۰۰۷ء، مرتبہ فخر الاسلام اعظمی

۱۲- سہ ماہی، ”اسلام اور عصر جدید“ (ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی)، جولائی ۲۰۰۸ء، مرتبہ اختر الواسع و فرحت احساس

مذکورہ بالا ۱۲ خصوصی اشاعتوں میں سے دو رسائل ”درس“ اور ”خاور“ کے شبلی نمبر جناب اعظمی کو دستیاب نہ ہو سکے، تاہم اول الذکر کا حوالہ ”باقیات شبلی“ میں جناب مشتاق حسین نے بہ تکرار دیا ہے۔ ثانی الذکر شبلی نمبر کا مجمل حوالہ محمد ضیاء الدین انصاری (م: ۲۰۰۶ء) نے اپنی مرتبہ کتابیات شبلی۔ بعنوان ”جہان شبلی“ (مشمولہ ”فکر و نظر“، علی گڑھ، شبلی نمبر) میں دیا ہے۔ جناب اعظمی نے اپنی تحقیق و جستجو کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”خاور“ کے شمارے مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں، البتہ اس کا شبلی نمبر کہیں دستیاب نہیں، نیز محمد ضیاء الدین انصاری مرحوم کے ”علاوہ اس کا کہیں اور ذکر نہیں ملتا۔“ (ص: ۷۴)

کسی بھی واقعے کے اثبات کے لیے سیکڑوں منفی اطلاعات اور ہزاروں افراد کے سکوت کے بالمقابل ایک مثبت شہادت کی اہمیت زیادہ ہے، اس لیے جناب اعظمی نے ”خاور“ کے ”شبلی نمبر“ کی تلاش جاری رکھی، اور اپنی ناکام جدوجہد کے ساتھ محمد ضیاء الدین انصاری کے دعوے کا ذکر کیا ہے۔ کیا ”خاور“ کا واقعہ کوئی شبلی نمبر ”شائع ہوا تھا؟ ”خاور“ کے مدیر عندلیب شادانی کے احوال و آثار پر نظیر صدیقی (م: ۲۰۰۱ء) اور کلثوم ابوالبشر نے دادِ تحقیق دی ہے۔ نظیر صدیقی کی تالیف ”ڈاکٹر عندلیب شادانی، ایک مطالعہ“ (کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۵ء) اور کلثوم ابوالبشر کے مقالہ تحقیق برائے ڈاکٹریٹ ”ڈاکٹر عندلیب شادانی: حیات اور کارنامے“ (ڈھاکہ: ڈھاکہ یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء) میں ”خاور“ کے کسی ”شبلی نمبر“ کا ذکر نہیں۔ ان دونوں سے پہلے بنگلہ دیش [سابق مشرقی پاکستان] میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے جن مصنفین نے قلم اٹھایا، ان میں سے ایک نام وفاراشدی (م: ۲۰۰۳ء) کا ہے۔ انہوں نے اپنی تالیف ”بنگال میں اردو“ (حیدرآباد [سندھ]: مکتبہ اشاعتِ اردو، ۱۹۵۵ء) میں ڈاکٹر شادانی کی تصنیفات و تالیفات کا ذکر کیا، اور سابق مشرقی پاکستان کی صحافت کے تحت ”خاور“ کا اندراج کیا، مگر کسی خصوصی اشاعت بابت

علامہ شبلی کا دور دور تک کوئی اشارہ نہیں۔

حال ہی میں پروفیسر ہارون الرشید نے، جن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ مشرقی پاکستان میں گزرا ہے، وہاں کے دبستان اردو سے متعلق ایک کتاب ”نوائے مشرق“ (کراچی: میڈیا گرافکس، ۲۰۱۳ء) میں عندلیب شادانی کے بارے میں گیارہ صفحاتی مضمون میں ماہنامہ ”خاور“ کے بارے میں صرف یہ اطلاع دی ہے: ”اپریل ۱۹۵۲ء سے ڈاکٹر صاحب نے ڈھا کے سے ایک ماہنامہ ’خاور‘ پر جاری کیا۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کا ادبی ماہنامہ تھا۔ اس کی ہندو پاکستان کے علمی اور ادبی حلقوں میں بڑی پذیرائی ہوئی، لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کے صرف بارہ شمار نکل سکے۔“

محمد ضیاء الدین انصاری کی نظر سے ”خاور“ کا مزعومہ ”شبلی نمبر“ نہیں گزرا تھا، کیونکہ متعلقہ شمارے (بابت مارچ ۱۹۵۳ء) کے کسی مقالے کا علامہ شبلی سے متعلق ہونے کے باوجود کوئی اندراج ”جہان شبلی“ میں نہیں ہے۔ اس کے برعکس ماہنامہ ”خاور“ کے چار شماروں بابت مئی، جولائی، نومبر ۱۹۵۲ء اور فروری ۱۹۵۳ء کے علامہ شبلی کے حوالے سے اندراجات موجود ہیں۔ فروری ۱۹۵۳ء میں ”شعر العجم“ کے بارے میں آفتاب احمد صدیقی کی تحریر شائع ہوئی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک ماہ بعد عندلیب شادانی ”خاور“ کی خصوصی اشاعت بابت علامہ شبلی شائع کر رہے تھے تو فروری ۱۹۵۳ء سے پہلے کے مضامین (بابت علامہ شبلی) نہیں تو کم از کم فروری ۱۹۵۳ء کی تحریر کو ایک ماہ بعد کی خصوصی اشاعت کے لیے محفوظ کر لیتے، اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ”خاور“ کی اشاعت میں مالی مشکلات حائل رہی تھیں، اگر عام شماروں کی یہ کیفیت تھی تو نسبتاً زیادہ ضخامت کے حامل شمارے کی اشاعت کے بارے میں اندازہ کیا جاسکتا ہے!

مذکورہ صورت حال میں غالب امکان اس بات کا ہے کہ ”خاور“ کی کوئی خصوصی اشاعت بابت علامہ شبلی شائع نہیں ہوئی تھی۔

علامہ شبلی نعمانی کے بارے میں خصوصی اشاعت پیش کرنے کی اولیت ماہنامہ ”خضر راہ“ (لکھنؤ) کو حاصل ہے، مگر شمالی ہند سے شائع ہونے والے اس رسالے کی شہرت حیدرآباد دکن کے سلیمان اریب تک نہ پہنچ سکی کہ انہوں نے اپنے مرتبہ ”صبا (شبلی نمبر)“ کو علامہ شبلی کی شخصیت اور فکر و فن پر پہلا خاص نمبر قرار دے دیا تھا۔ ماہنامہ ”خضر راہ“ کی محدود اشاعت ہی کا نتیجہ ہے کہ اس کے مرتب جناب حامد ندوی کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات

دستیاب نہیں۔ جناب اعظمی کے بقول اپنی صفتِ نسبتی ندوی کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ وہ ”ندوۃ العلماء کے فاضل تھے، لیکن کہاں کے رہنے والے تھے۔ تصنیف و تالیف کی تربیت کس سے حاصل کی اور کون سے علمی و تصنیفی کارنامے انجام دیے اور کب وفات پائی، کسی قسم کی تفصیلات دستیاب نہ ہو سکیں“ (ص: ۵۸)، تاہم ”تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ دوم“ (لکھنؤ: دفتر نظامت ندوۃ العلماء، ۱۹۸۴ء) سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۰ء میں جن دنوں عبدالسلام قدوائی دارالعلوم کے انتظامی ذمہ داروں میں سے تھے، انہوں نے فروری ۱۹۴۰ء میں حامد ندوی [حامد علی ندوی] کو انجمن معین الندوہ کا ذمہ دار مقرر کیا تھا۔

جناب اعظمی نے ایک ایک خصوصی اشاعت کے جملہ مضامین کا تعارف لکھنے کی کوشش کی ہے، حسب ضرورت مضامین کے اقتباسات نقل کیے ہیں اور مضامین پر اپنی رائے بھی دی ہے اور جہاں اختلاف کو ضروری خیال کیا ہے، وہاں کھلے طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کا جھکاؤ علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت اور فن کی تجلیل کی جانب ہے۔ انہوں نے علامہ شبلی کے فکرو فن پر قلم اٹھانے والے ان متعدد افراد کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے جن کے مقالات، رسائل و مجلات کے زیر مطالعہ خصوصی شماروں میں شامل ہیں۔ کہیں یہ رائے محض ایک مقالے پر مبنی ہے، اور کہیں کہیں مقالہ نگار کی مجموعی شبلی شناسی کے حوالے سے ہے۔ چند آراء دیکھیے:

☆ ”ڈاکٹر سید عبداللہ کا مطالعہ شبلیات گہرا تھا۔۔۔ البصیر میں شامل مقالہ [شبلی کے تصنیفی کام کی مجموعی قدرو قیمت] خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔ اس سے شبلی کی عظمت اور فکری بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔“ (ص: ۸۹)

☆ ”شبلی: ایک دبستان“ (ڈھا کہ: مکتبہ عارفین، س-ن) کے آفتاب احمد صدیقی (م: ۱۹۹۸ء) نے ”علامہ شبلی کے کارناموں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ زیر نظر مقالہ [شبلی متکلم] سے بھی ان کے گہرے مطالعے کا پتہ چلتا ہے۔“ (ص: ۹۱)

☆ مرزا احسان احمد (۱۸۹۵-۱۹۷۲ء) نے ”اپنے مقالہ [علامہ شبلی بحیثیت محقق و نقاد] میں ان [علامہ شبلی] کی تحقیقی بصیرت و بصارت دکھائی ہے۔ خاص طور پر ان کی محققانہ تصنیفات سے متعدد مضبوط دلائل پیش کیے ہیں۔ یہ اپنے موضوع پر پہلا ناقدانہ مقالہ تھا جس میں علامہ شبلی کی محققانہ کاوشوں کا تجزیہ ہے۔“ (ص: ۱۰۷)

☆ پروفیسر آل احمد سرور [م: ۲۰۰۳ء] نے ”حیات شبلی“ پر تبصرہ لکھا ہے۔ ”اس میں انہوں نے مولانا سید سلیمان ندوی سے اتفاق بھی کیا ہے اور اختلاف بھی۔ لیکن شبلی کی شخصیت کا جہاں جہاں تجزیہ کیا ہے، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مبصر نے شبلی کی شخصیت کا، تصنیفات کا، افکار و خیالات کا بڑی گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے اور شبلی کی عظمت کے نقوش ان کے دل و دماغ پر ثبت ہیں۔“ (ص: ۱۴۲)

☆ ممتاز منگھوری نے [مقالے - علامہ شبلی کی تصنیفات] میں ”تصانیف شبلی کا عمومی تجزیہ پیش کیا ہے۔۔۔۔۔ ان کے نزدیک شبلی کا ایک بڑا کارنامہ فلسفہ تاریخ کی تدوین ہے۔ اس میں وہ ابن خلدون کی صف میں نظر آتے ہیں۔ ممتاز منگھوری نے شبلی کے فلسفہ تاریخ کا سماجی اور معاشرتی نقطہ نظر سے بھی مطالعہ کی کوشش کی ہے۔ علامہ شبلی کی مورخانہ بصیرت پر یہ ایک عمدہ مقالہ ہے۔“ (ص: ۱۵۳)

☆ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے دو ”مقالات [ادب اور مشرقی تاریخ کا مخزن - شبلی، علامہ شبلی بحیثیت مورخ] سے ”بہتر شبلی کی تاریخ نویسی کا تجزیہ اب تک نہیں ہوا ہے، حالانکہ اختر وقار عظیم نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”شبلی بحیثیت مورخ“ لکھی ہے۔“ (ص: ۱۹۶)

علامہ شبلی نعمانی کے کارنامہ حیات کے معترضین کے پہلو بہ پہلو وہ حضرات بھی ہیں جنہیں علامہ شبلی کی شخصیت اور اپنے معاصرین سے ان کے اختلاف فکر پر اعتراض ہے، نیز علامہ کی تنقیدی و تحقیقی بصیرت پر اعتماد نہیں۔ علامہ شبلی کی یاد میں شائع ہونے والی خصوصی اشاعتوں میں کھلے مخالفین کو زیادہ اہمیت نہیں ملی، تاہم ان کی آراء کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس طرز کے مباحث میں علی گڑھ تحریک اور سرسید احمد خان سے علامہ شبلی کے تعلقات پر بہت گفتگو کی گئی ہے، اس ضمن میں ”حیات جاوید“ کے مولف خواجہ الطاف حسین حالی اور علامہ شبلی کے باہمی روابط اور رویوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ (مختلف مضامین پر تبصروں کے لیے دیکھیے: صفحات ۷۹-۸۰، ۹۱-۹۲، ۱۰۵-۱۰۷، ۱۰۷-۱۰۸، ۱۵۳-۱۶۸، ۱۶۹-۱۷۱، ۱۷۱-۱۷۲، اور ۲۰۰-۲۰۱) جناب محمد الیاس الاعظمی کے نقطہ نظر کے مطابق:

واقعہ یہ ہے کہ شبلی، سرسید اور ان کی تحریک کے کبھی مخالف نہیں رہے۔ اس کی اہمیت پہلے دن سے ان پر واضح تھی، اور اخیر تک ان کے موقف میں تبدیلی نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں جدید تعلیم کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح زندگی بھر سرسید کے احترام میں انہوں نے کمی نہیں کی۔ ہاں! دونوں کے نقطہ نظر میں کسی قدر فرق تھا اور یہ فرق، فرق تھا، مخالفت کبھی نہیں بنا۔ (ص: ۱۴۹)

ایک دوسرے موقع پر لکھا ہے کہ ”شبلی نے جس طرح سرسید کی عظمت اور علی گڑھ کالج کے احسانات کا ذکر کیا ہے، سرسید کے غالی سے غالی ہم نوانے بھی نہیں کیا ہوگا“ (صفحات: ۱۷۴-۱۷۵)۔ اپنی تائید میں جناب اعظمی نے علامہ شبلی کی تحریروں سے استشہاد کیا ہے۔ حالی و شبلی کے ضمن میں لکھا ہے: ”سرسید کی سوانح عمری حیات جاوید پر شبلی کے نقطہ نظر سے اہل علم واقف ہیں۔ وہ شبلی کو پسند نہ تھی۔ اسے انہوں نے کتاب المناقب اور مدلل مداحی قرار دیا

تھا۔ اس کا ذکر اہل قلم کرتے رہے ہیں، مگر پروفیسر آل احمد سرور کے الفاظ میں معاملہ صرف یہ ہے کہ علامہ شبلی کو ’مصور پسند تھا اس کی بنائی ہوئی ایک تصویر پسند نہ تھی۔‘ (صفحات: ۱۵۲-۱۵۳)

”خطوط شبلی بنام محترمہ زہرا بیگم صاحبہ فیضی و عطیہ بیگم صاحبہ فیضی“ (اشاعت: ۱۹۳۵ء) اور ان خطوط پر مولوی عبدالحق کے مقدمے سے علامہ شبلی کی شخصیت کے بارے میں جس مباحثے کا آغاز ہوا تھا، اس میں ”حیات شبلی“ لکھتے ہوئے سید سلیمان ندوی کی کامل خاموشی نے ایک طوفان کی شکل اختیار کر لی اور اس طوفان کے گرد و غبار کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاتے ہیں۔ جناب محمد الیاس الاعظمی نے زیر نظر کتاب کے دو تین مقامات پر اس حوالے سے گفتگو کی ہے۔ ان کے الفاظ میں ”ڈاکٹر ابن فرید نے --- ایک مفصل مقالہ ’شبلی جوں بہ خلوت می رود‘ لکھا ہے جس میں انہوں نے ’خطوط شبلی‘، ’دستہ گل‘، اور ’بوئے گل‘ کے حوالے سے بابائے اردو [مولوی عبدالحق]، ڈاکٹر وحید قریشی اور شیخ محمد اکرام وغیرہ کے اعتراضات و الزامات کے جالے کو انہیں کے اسلوب میں صاف کیا ہے اس موضوع پر ابن فرید سے بہتر کسی نے آج تک نہیں لکھا۔“ (ص: ۱۰۰)

رسائل و مجلات کی خصوصی اشاعتوں کے مقالات اور ان پر تبصروں کی شکل میں فکر شبلی کے کم و بیش تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیا گیا ہے، اور حسب ضرورت جناب اعظمی نے اپنی رائے بھی دے دی ہے۔

جناب محمد الیاس الاعظمی نے ان خصوصی اشاعتوں یا شبلی نمبروں کے بارے میں بحیثیت مجموعی جو آراء قائم کی ہیں، اُن پر نظر ڈال لینا مفید ہوگا۔

☆ خضر راہ ”بحیثیت مجموعی ماہنامہ خضر راہ کا ’شبلی نمبر‘ شبلی کی سوانح، شخصیت، عظمت اور علمی، ادبی، تنقیدی، تاریخی اور قومی خدمات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ کسی رسالہ کا پہلا شبلی نمبر تھا، بہت وقیع اور بھرپور ہے۔ اس رسالہ سے پہلے علامہ شبلی کی شخصیت پر صرف ایک کتاب ’تذکرہ شبلی‘ از محمد مہدی اسلامیہ کالج اٹاواہ سے پاشا سیریز کے تحت ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ شبلی کی وفات کے بعد سب سے اہم کام جو منظر عام پر آیا، وہ یہی ’خضر راہ‘ کا شبلی نمبر تھا۔“ (صفحات ۷۲-۷۳)

☆ صبا (حیدرآباد۔ دکن) ”بحیثیت مجموعی یہ ایک عمدہ خصوصی شمارہ ہے۔“ (ص ۸۳)

☆ البصیر (چنیوٹ) ”یہ شبلی نمبر شبلیات میں گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔“ (ص ۹۴)

☆ ادیب (علی گڑھ) ”ادیب‘ کا شبلی نمبر ڈاکٹر ابن فرید کا ایک بڑا ادبی کارنامہ ہے جسے شبلی شناسی کی تاریخ میں

کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، البتہ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ اس میں علامہ شبلی کے کئی اہم کارناموں کا ذکر نہیں آسکا ہے، مثلاً علامہ شبلی کی سب سے زیادہ پسندیدہ کتاب 'الفاروق' پر کوئی مقالہ شامل نہیں، اسی طرح نہ صرف ان کا بلکہ اردو زبان کا لائٹنی شاہ کار 'سیرۃ النبی' کے ذکر سے بھی 'ادیب' کے اوراق سونے ہیں۔ اسی طرح 'الغزالی' اور 'سیرۃ النعمان' پر بھی مستقل مقالات شامل نہیں، اس کے باوجود 'ادیب' کا یہ خصوصی شمارہ شبلی شناسی کے میدان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔" (صفحات ۱۳۰-۱۳۱)

☆ کرینٹ (لاہور) "کرینٹ کا یہ نمبر اپنے مشمولات، ضخامت، تنوع مضامین، کسی لحاظ سے ماہنامہ 'ادیب' علی گڑھ کے شبلی نمبر سے کسی طرح کم درجہ نہیں رکھتا، بلکہ اسے کئی معنوں میں تفوق بھی حاصل ہے۔" (ص ۱۶۴)

☆ ہماری زبان (دہلی) "اس مختصر نمبر میں شبلی کے حالات زندگی، بعض افکار و خیالات اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کا ایک اجمالی مرقع آ گیا ہے۔" (۱۶۷)

☆ اردو ادب (دہلی) "اردو ادب" کا یہ شبلی نمبر کئی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ شبلی کی شخصیت کے بنیادی خدوخال اس سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی عبقریت اور انفرادیت کے متعدد پہلو مقالہ نگاروں نے واضح کیے ہیں۔ ان کی ادبی و تنقیدی حیثیت کی تعیین کی ہے۔ محققانہ روش پر گفتگو کی گئی ہے، لیکن ایک کمی محسوس ہوتی ہے کہ علامہ شبلی نے علم و ادب پر جو اثرات مرتب کیے یا اردو شعر و ادب جس حد تک ان کا رہین منت ہے، اس پر کسی مقالہ نگار نے روشنی نہیں ڈالی ہے۔ اس کے باوجود 'اردو ادب' کا یہ نمبر گزشتہ خصوصی شماروں سے کس طرح کم اہمیت نہیں رکھتا۔ شبلی شناسی میں اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔" (ص ۱۹۰)

☆ فکر و نظر (علی گڑھ) "یہ شبلی نمبر شبلی شناسی کے میدان میں ایک نمایاں پیش رفت ہے۔ علامہ شبلی پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ ضروری قرار دیا جاسکتا ہے۔" (ص ۲۰۲)

☆ شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج اعظم گڑھ میگزین (اعظم گڑھ) "مجموعی طور پر 'شبلی کالج میگزین' کا یہ 'شبلی نمبر' شبلی شناسی میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ --- اس میں چند نئے موضوعات پر بھی مقالے شامل ہیں، لیکن شبلیات کے بہت سے ایسے گوشے ہیں جن کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔" (ص ۲۱۳)

☆ اسلام اور عصر جدید (دہلی) "اس شبلی نمبر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں علامہ شبلی کے سات مقالات شامل کیے گئے ہیں، اس سے قبل شائع ہونے والے کسی 'شبلی نمبر' میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔" (ص ۲۲۱)

شبلی نمبروں کے جائزے کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد کے ماہنامہ ”لسان الصدق“ (کلکتہ) کی ورق گردانی کرتے ہوئے علامہ شبلی کی نسبت سے ضمیمہ ”ماہنامہ لسان الصدق اور علامہ شبلی“ شامل کیا گیا ہے۔ ”لسان الصدق“ کے شمارے خال خال ہی ملتے تھے، مگر مولانا آزاد کے صد سالہ یوم ولادت کی مناسبت سے پہلے جناب عبدالقوی دسنوی نے تمام دستیاب شماروں کو مرتب کیا (دہلی: مکتبہ جامعہ، اکتوبر ۱۹۸۸ء)، بعد میں جناب ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے یہی کام اپنے انداز میں انجام دیا (کراچی: مولانا آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۶ء)۔ مولانا آزاد انجمن ترقی اردو کے ابتدائی دور میں اس سے وابستہ ہو گئے تھے، اور ان کا یہ ماہنامہ بہت حد تک انجمن ہی کا ترجمان بن گیا تھا۔ اس کے صفحات میں انجمن کی پیش رفت کے حوالے سے خاصا لوازمہ موجود ہے جس کی جانب جناب محمد الیاس الاعظمی نے توجہ دلائی ہے۔ اُن کے بقول لسان الصدق کے تیرہ شمارے دستیاب ہیں۔ اور ”تقریباً ہر شمارہ میں علامہ شبلی کا ذکر براہ راست یا بالواسطہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے“ (ص ۲۲۷)۔ علامہ شبلی اور مولانا آزاد کے مراسم کے حوالے سے جو متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں، جناب اعظمی کی تحریر بھی بہت مناسب ہے۔

”شبلی شناسی کے سوسال“ کی ورق گردانی کرتے ہوئے جہاں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ جناب محمد الیاس الاعظمی کی کتبِ شبلیات پر وسیع نظر ہے، وہیں توجہ اس جانب گئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ انہوں نے کارِ تحقیق نہایت عجلت میں انجام دیا ہے۔

”ترتیب“ (فہرست مندرجات) میں ”خضر راہ“ (لکھنؤ) کے شبلی نمبر کا ماہ اور سال اشاعت مارچ ۱۹۳۰ء بتایا گیا ہے۔ یہی اطلاع شبلی نمبر کی ابتدائی دو سطروں میں دہرائی گئی ہے، مگر عنوان کی تیسری سطر میں ماہ و سال اشاعت ستمبر ۱۹۳۰ء درج کر دیا گیا ہے (ص ۵۸)۔ ”صبا“ (حیدرآباد۔ دکن) کا ترتیب، نیز تعارفی تحریر میں، بہ تکرار سال اشاعت ۱۹۵۷ء درج کیا گیا ہے (ص ۷۶)، لیکن ”صبا“ کے شبلی نمبر کے سرورق کا جو عکس شائع کیا گیا ہے (ص ۷۵)، اس میں سال اشاعت ۱۹۵۸ء مندرج ہے۔ ”ترتیب“ میں ”کریسنٹ“ کے شبلی نمبر کا سال اشاعت ۱۹۷۰ء لکھا گیا ہے، جب کہ درست سال اشاعت ۱۹۷۱ء ہے جیسا کہ سرورق کے عکس، نیز تعارفی تحریر میں درج کیا گیا ہے۔

”کریسنٹ“ کے مدیر خالد بزئی (م: ۱۹۹۹ء) کو جنوری ۱۹۷۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور کا طالب علم بتایا گیا ہے (ص ۱۳۳)۔ جناب اعظمی کی توجہ اس جانب نہیں جاسکتی کہ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہونے والے خالد بزئی کم و بیش ۳۹ برس کی عمر میں کالج کے طالب علم نہیں ہو سکتے۔ یہی صورت حال ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (پیدائش ۱۹۲۴ء) کی